مگر افسوس اس بات کا ہے کہ چالیس سال گزر جانے کے باوجود ابھی تک پاکستان میں انگریز کی معنوی اولاد موجود ہے جو ایک لمحے کے لئے بھی انگریز کی ذہنی غلامی سے باہر نکلنا پسند نہیں کرتی اور یہی وہ لوگ ہیں جو پاکستان میں پاکستان کی قومی زبان کو رائج نہیں ہونے دے رہے ہیں۔ حالانکہ کسی قوم کی تہذیب اس کی قومی زبان کی آغوش میں ہی پرورش پاتی ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ انگریزی زبان کی تعلیم سے اسلامی تہذیب اور مشرقی ثقافت کے احیاء کا تصور ہی خارج ازامکان ہے۔

ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر نے درست کہا تھا کہ ہم ہندوستان کے مسلمانوں کو عیسائی تو نہ بنا سکے مگر ہم نے انہیں مسلمان بھی نہیں رہنے دیا۔

علامہ اقبال لکھتے ہیں:

"ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر ہماری قوم کے نوجوانوں کی تعلیمی اٹھان اسلامی نہیں تو ہم اپنی قومیت کے پودے کو اسلام کے آب حیات سے نہیں سینچ رہے ہیں۔ اور اپنے معاشرے میں پکے مسلمانوں کا اضافہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ ایک ایسا نیا گروہ پیدا کر رہے ہیں جو کسی اتحادی مرکز کے نہ ہونے کی وجہ سے کسی دن اپنی شخصیت کھو بیٹھے گا اور اپنے گردوپیش ان قوموں میں سے کسی ایک میں ضم ہو جائے گا جس میں اس کی نسبت زیادہ قوت اور جان ہوگی۔"

قیام پاکستان کا مقصد ایک الگ خطۂ زمین حاصل کرنا تھا جس میں اسلامی اقدار اور اسلامی نظامِ حیات کو از سرِ نو زندہ کیا جا سکے۔ جہاں تعلیم و تربیت کے ذریعے ایسے افراد تیار کئے جائیں جو ایسی تمام صلاحیتیں اور صفات اپنے اندر رکھتے ہوں جو ایک آزاد قوم میں پائی جاتی ہیں۔ مگر یہاں یہ حال ہے کہ ایک اعلیٰ درجے کے تعلیمی ادارے میں جہاں بڑے بڑے کارپردازان قضا وقدر کے بچے پرورش پا رہے ہیں اور انہیں ایک ایسی کتاب پڑھائی جا رہی ہے جن میں مسلمانوں کے مایۂ ناز حکمرانوں (جو ساری عمر عیسائیوں کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔ انگریزوں کو جن سے زک اٹھانا پڑی) سے نفرت پیدا کرنے کے لئے کُتّے کا نام سلطان رکھا گیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں مسلمان بچوں سے یہ بات کہلوائی جا رہی ہے کہ سلطان ہمارے نزدیک